★ ڈاکٹر انیس خاتون جامعہ ملیہ اسلامی

شاہ جہان کا سفر کشمیر

یکی گفتا کہ در آفتہای کشمیر
نباشد از لطافت ہیچ تقصیر
مقام خوبردیان آن زمین است
بخوبی رشک فردوس بریں است

عہد وسطی یعنی ترکوں افغانوں اور ایرانیوں کی آمد کے بعد کا زمانہ ھندوستان کی تاریخ کا ایک ایسا دور رہا ہے جب ثقافت کے کارواں میں قابل ذکر اضافہ ہوا۔ یہ زمانہ اپنے ماضی سے مماثل ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے مختلف بھی ہے اور کچھ معنوں میں امتیازی خصوصیت کا حامل بھی۔ اس اعتبار سے عہد وسطی ھندوستان کی تاریخ کا ایک نمایاں اور ممتاز دور رہا ہے۔

عہد وسطی میں مغلیہ سلطنت دنیا کی بہترین اور سب سے زیادہ شاندار اور طاقت ور سلطنت تھی۔ مغلیہ عہد نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ساری قوتیں اس کو بہتر بنانے میں صرف کردیں۔ ان کی سرپرستی میں ملک نے زندگی کے ہر شعبہ میں اس قدر حیرت انگیز ترقی کرلی تھی کہ عہد وسطی کا ادب اور فن تعمیر کا میدان اس کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔

مغل بادشاہوں کا دستور تھا کہ از روئے عزت و احترام اپنے آبا و اجداد کا نام کسی لقب سے بیان کرتے تھے۔ جیسے بابر بادشاہ کو فردوس مکانی۔ ہمایوں کو جنت آشیانی، جلال الدین اکبر کو عرش آشیانی، جہانگیر بادشاہ کو جنت مکانی اور شاہجہاں کو شاہ بلند اقبال کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ خاندان اپنی بیگمات کو بھی خطابات سے سرفراز کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کی والدہ کو مریم مکانی، رضیہ سلطان کو بلقیس مکانی، ملکہ شاہجہاں کو ممتاز محل اور شاہ جہاں کی بڑی صاحبزادی کو بیگم صاحب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

مغل خاندان کے حالات اور بدلتی ہوئی تقدیر کو ان کی تعمیر کردہ عمارتیں منعکس کرتی ہیں۔ مغل خاندان کا پہلا ہندوستانی حکمراں بابر جن کی نظر ایک فنکار کی نظر تھی۔ الفاظ میں منظر کشی محبوب مشغلہ تھا۔ فن تعمیر میں ہندو اور مسلمان دونوں طرز موجود تھے۔ اس طرز کا موجد اکبر بادشاہ تھے۔

جلال الدین محمد اکبر کے والد اور دادا یعنی ہمایوں اور بابر نے ایرانی طرز کو اپنایا تھا۔ لیکن اکبر بادشاہ نے ہندوی طرز کو بھی اس میں شامل کر دیا تھا۔ ایک آزاد خیال انسان ہونے کے ساتھ ساتھ فن کے فروغ میں بھی ہندوستانی معاشرت کو پیش نظر رکھا۔

مغل اسلوب کا امتیازی رنگ بڑی حد تک جہانگیر بادشاہ کے دور میں اپنے شباب پر تھا۔ اس کا میدانِ عمل اکبری دور کے دائرہ کار سے وسیع تر تھا۔ کشمیر جب مغلوں کے قبضے میں آ گیا تو انہوں نے گوں نگوں مسجدیں بنوا کر اور خوبصورت باغ لگوا کر اس سرزمین کے لیے اپنے جذبات اور قدر دانی کو گویا جاوداں بنا لیا۔ جو آج وادی کشمیر کی شان ہیں۔

مغلوں کی حکومت کا ایک خوشگوار اثر یہ بھی پڑا تھا کہ کشمیر میں امن قائم ہوا حفاظت کے لیے حکومت کی عظیم الشان فوج دستیاب تھی۔ کشمیر اور ہندوستان کے مابین رسل و سائل کے ذریعے آسان بن گئے تھے۔

اس زمانے میں یہ فائدہ تھا کہ جہاں کسی بادشاہ نے کسی جگہ کی تعریف کی فوراً اس تعریف پر اس جگہ کا نام رکھ دیا جاتا تھا۔ شاید کشمیر کی بہت سی جگہوں کے ناموں کا راز بھی یہی رہا ہے۔ یہ نام اس جگہ کے حسن کے دلچسپ بیان ہیں جیسے مغل باغوں کے نام چشمہ شاہی شالیمار باغ (محبت کا مسکن) نسیم باغ (ٹھنڈی کا باغ) نشاط باغ (خوشی کا باغ)

مغل بادشاہ فن تعمیر کے نہایت شوقین تھے۔ انہوں نے ملک کے مختلف حصوں میں نفیس عمارتیں تعمیر کروائیں جن میں کشمیر کی سیرگاہوں میں یہاں کے فردوس منظر باغات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

دولت خانہ شاہی والا باغ۔ باغ نور افشا۔ باغ بحر آرا اور عیش آباد جو پاکیزگی درزیبائش میں بے نظیر ہیں۔ ہمیشہ مغل شہنشاہوں کی ایک پسندیدہ سیرگاہیں رہی ہیں۔ جو سرد آب و ہوا رواں نہروں سے بھرپور ہیں۔

جہاں آرا بیگم کے تین باغ بھی نہایت خوش منظر ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام باغ جہاں آرا ہے جو اہر خان خواجہ سرا نے اسے ترتیب دیا تھا۔ دوسرا باغ نور افشاں دریائے جہلم کے کنارے ملکہ نورجہاں نے بنوایا تھا۔ تیسرا باغ' باغ صفا سرینگر سے سات کوس دور جھیل صفاپور کے کنارے تعمیر ہوا ہے۔ پاکیزگی اور صفائی اور لطافت میں یہ جھیل بے مثال ہے۔ اب شاہ آباد کہلاتا ہے۔ باغ نسیم اور افضل آباد بھی اپنے میوہ دار درختوں اور پھولوں کی کثرت کے سبب دوسرے باغات سے کم نہیں۔ باغ نسیم کو اعظم خان اور فضل آباد کو غلام افضل خان نے ترتیب دیا تھا۔ باغ الٰہی بھی پاکیزگی و شادابی میں بے نظیر ہے۔

کشمیر کی ندیوں میں لار سب سے زیادہ خوش منظر ہے۔ اس کے کنارے یوسف خان شہمیری نے اس باغ کی بنیاد رکھی تھی۔

جہانگیر بادشاہ ورد شہزادگی میں والد جلال الدین اکبر کشمیر آیا کرتے تھے۔ اور تخت نشینی کے بعد اس ملک کی سیر و تفریح سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ سن ۱۶۱۷ء دار الخلافہ

اکبر آباد سے گجرات کی سیر کا رخ کیا۔ ہر طرف اطمینان دیئے فکری حاصل ہونے کے بعد جہانگیر نے ۱۶۱۹ء کو کشمیر کی طرف کوچ کیا اور شاہ جہاں کو ہم رکاب رکھا۔ چھ ماہ اور گیارہ روز یہاں قیام رہا۔ بادشاہ کے حکم سے سبزہ زاروں اور چشمہ ساروں میں خوشنما عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ جھیل ڈل کے کنارے شاہ جہاں نے جہانگیر کے حکم سے ایک وسیع باغ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام فرح بخش رکھا گیا۔ باغ فرح بخش معروف بہ شالیمار باغ کی جس کی تعریف مشہور شاعر سلیم نے اس طرح کی ہے ؎

شنیدم شاہِ روشن دل جہانگیر
زعشرت شد چو رونق بخش کشمیر
چو شد داماں دریا جلوہ گاہش
فضائی دید چون روی سحر وسان
سبزا دار د عمارات و گلستان

سن ۱۶۲۰ء کو کشمیر کی تفریح کے بعد جہانگیر بادشاہ نے دارالخلافت کا رخ کیا۔ اسی اثنا میں احمد نگر میں شاہی محالات پر قبضہ ہونے کی اطلاع ملی اور شاہجہاں کو اس مہم پر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

جہانگیر نے شاہزادہ شاہ جہاں کی قابلیت وصلاحیت دیکھ کر شہزادہ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار و منصب عطا کر کے رتبہ بڑھایا۔ اور شاہی فرمانوں کا اجرا اور مہر لگانے کا عہدہ انہیں بخشا۔

خاندان مغلیہ کے اس چشم و چراغ شاہجہاں نے چھوٹی سی عمر میں ہی علم و دانش کے تمام مرحلے طے کر کے فضل و دانش میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ بڑی آسانی سے خطاطی میں دسترگاہ حاصل کی تھی۔ بچپن سے ہی شہزادہ کو سپہ گری اور ترکی زبان کی تعلیم دی گئی۔

شاہجہاں نامہ سے نقل ہے بتخت نشینی کے موقعہ پر رکنا کاشی مسیح نے یہ تاریخ پیش کر کے

انعام پایا۔

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں
خرم و شاد و کامران باشد
حکم او بر خلائق عالم
ہمچو حکم خدا رواں باشد
بہر سالِ جلوسِ شہ گفتم
در جہاں بادشاہ جہاں باشد

شاہجہاں نے ۳۲ سال تک نہایت شان وشوکت سے حکومت کی فیض و بخشش اور سخاوت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا۔ اپنی سلطنت کی مدت میں دس لاکھ روپے کا سامان ملک عرب میں بھیجا جو وہاں دوگنی قیمت میں فروخت ہوا۔ اور اس رقم کو وہاں کے محققین میں تقسیم کیا گیا۔

ہمیشہ ہمعصروں فرمانرواوں سے دوستانہ تعلقات قایم رکھتے تھے حاجی احمد سعید میر عدل کو ڈھائی لاکھ روپے دیکر ھدایت کی تھی کہ حج و زیارت سے فارغ ہوکر وہاں کے فقیروں محتاجوں میں تقسیم کرنا۔

ھر خاص و عام کے ساتھ خواہ وہ فقیر ہو یا غنی فیاضی کرتے تھے۔ خادموں علما فضلا اور حاجت مندوں کو نقد انعامات عطا فرماتے۔

جب کشمیر کے صوبیدار ظفر خان کی عرضداشت سے شاہجہاں کو یہ معلوم ہوا کہ اب تک سرکاری حکام کشمیریوں بالخصوص ضعیف و مسکین، بیواوں اور کم عمر یتیم بچوں سے زعفران کے پھول چننے کی بیگار لیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ تمام ظالمانہ قوانین اور قاعدے منسوخ کردیے جائیں۔ اور آیندہ ان لوگوں کو تنگ نہ کیا جائے۔ اور جو لوگ یہ کام کریں انھیں خزانہ شاہی سے باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔

شاہی علاقوں سے ہر طرف مطمئن ہونے کے بعد موسم گرما کی شدت بڑھ گئی اور ۲۰ فروری ۱۶۳۴ء کو شاہجہان سیر کشمیر کی غرض سے روانہ ہوئے۔ ایک دستے کو اس بات پر مامور کیا کہ لشکر شاہی کے کوچ کرنے سے راستے کی کھیتوں کو کم از کم نقصان پہنچے۔ اور حکم دیا جس کسان کی جتنی کھیتی پامال ہو اس کا معاوضہ شاہی خزانے سے فوراً ادا کرایا جائے۔

ایام شہزادگی میں لگائے ہوئے بہشت منظر باغ میں قیام فرمایا اور حکم دیا کہ بیگم صاحبہ اور ان کی کنیزوں کے لیے دل کش و خوش منظر عمارتیں تیار کریں۔

پیر پنجال کا راستہ جو بہت دشوار گذار تھا، ولی مردان خان نے راستے میں سرائیں تعمیر کروائیں۔ ان ہی دنوں بادشاہ کے حکم سے فرح بخش سے پہاڑ کی جانب ایک اور باغ فیض بخش کی بنیاد رکھی گئی۔

قیام کشمیر میں شاہجہاں بیگم صاحبہ کی التماس پر بیگمات اور کنیزوں نیز خواصوں کو ہمراہ باغ جہاں آرا کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔

کودی مرگ اور توشہ مرگ جو قدرتی رنگا رنگ پھولوں اور سبزے کی وجہ سے مشہور ہیں۔ شاہجہاں نے ایام شہزادگی میں سیر کے لیے آتے تھے، تو فرمایا

"ہم نے یہاں لالہ و گل کی ساٹھ اقسام دیکھیں ہیں"۔

جب شاہجہاں نے کشمیر جنت کی سیر کے بعد روانگی کا سفر شروع کیا تو ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۶۳۴ء بروز ایت وار قصبہ پانپور جہاں زعفران کی کاشت ہوتی ہے ایک فردوس منظر باغ میں قیام کیا۔ اگلے روز حرارہ میں پڑاؤ کیا۔ یہاں داراشکوہ نے ایک رفیع الشان عمارت بنوائی ہے۔ تین گز چوڑی نہر اس کے صحن سے ہو کر آبشار کی صورت میں دریا میں گرتی ہے۔

اگلے روز کشتی میں سوار ہو کر پرانے پل تک سفر کیا اور موضع اچھول میں پڑاؤ کیا۔ یہاں کی عمارتیں پسند آئیں۔ چنانچہ آپ کے حکم پر دو چشموں کے کنارے جو ایک تنا در

چنار کے نیچے نہایت عالیشان عمارتوں کی بنیاد رکھی گئی اور اس جگہ کا نام اسلام آباد رکھا۔

اسلام آباد سے اگلی منزل مچھلی بھون تھا کہ جہاں مچھلیوں کی کثرت ہے۔ اب آصف آباد کہلاتا ہے۔ یہاں آصف خاں نے نہایت دلفریب باغ اور دلکش عمارت بنوائی ہے۔ بادشاہ نے تین روز یہاں قیام کیا۔ اور دوسری رات کے حسب الحکم ندیوں چشموں اور آب جوئیوں کے کنارے چراغاں کیا گیا۔ چشمہ اچھول پر پڑاؤ کیا دامن کوہ میں گھنے درختوں کے نیچے یہ چشمہ جاری ہے۔ اس پر متعدد شاہی عمارتیں یعنی غسل خانہ خاص و عام حمام سنہ ۱۶۴۰ء میں تعمیر ہوئیں ہیں۔

صاحب آباد سے روانہ ہو کر دریائے جہلم کے ویری ناگ کے کنارے مقیم ہوئے۔ اس کے کنارے داروغہ عمارت حیدر ملک کشمیری نے ۷ اگز لمبا ۱۲ گز چوڑا ایوان تعمیر کیا ہے۔

منزل بہ منزل چوتھے روز ھیراپور میں قیام کیا۔ راستے میں جمال نگری سے دو کوس کے فاصلے پر آبشار اوپر دیکھنے گئے۔ اس کا منبع چشمہ کوثر ناگ ہے۔ بہرم گلہ آبشار کا منبع بھی یہی چشمہ ہے۔ کچھ آگے گرمائی سیرگاہ کوشٹہ مرگ کے پہلو میں سک ناگ آبشار ہے۔

شاہی سواری ھیراپور سے کوچ کرنے کے بعد پیر پنجال پہنچی۔ روز بدھ شاہ سواری لاہور کی جانب روانہ ہوئی۔ یہاں بوستان سرا میں پھر فتح پور سیکری میں منزل کی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر حاضری دی۔ قلعہ شاہجہاں انہی دنوں تعمیر ہونا شروع ہوا۔

شہزادہ اورنگ زیب کو عنایات شاہی سے نواز کر گجرات کی صوبیداری پر اور امیر الامرا علی مردان خان کو کابل روانہ کیا گیا۔

۷۶ سال تین ماہ ۲۵ روز بتاریخ سنہ ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۷ جنوری سنہ ۱۶۶۶ء میں

شاہ جہاں نے انتقال فرمایا اور تاج محل میں دفن ہوئے۔ جو شاہجہاں کے عہد میں بیس سال کی مدت میں پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے۔

اس موقعہ پر جہاں آرا بیگم نے غم کی شدت سے یہ درد ناک شعر پڑھا ہے۔

ے

اے بادشاہ عالم والے قبلۂ جہاں
بکشائے چشم رحمت و بر حال من نگر
تالم چوں نے زغصہ و یادم بود بہ دست
سوزم چو شمع در غم و ددو دم رود زسر سر

★